

کتاب نما

Searching for Solace [مفسر قرآن عبداللہ یوسف علی کی سوانح] ایم اے شریف۔

ناشر: اسلامک ریلیج انسی ٹیوٹ، فیصل مسجد اسلام آباد۔ صفحات: ۳۱۴۔ قیمت: درج نہیں۔

عبداللہ یوسف علیؒ بر عظیم کے ان قابل قدر افراد میں سے تھے جنہوں نے اسلام کا پیغام پھیلانے کے لیے ٹھوس بنیادوں پر کام کیا۔ ان کے کارنامہ حیات سے آگاہی کے لیے یہ ایک قیمتی کتاب ہے جس میں فاضل محقق نے عبداللہ یوسف علیؒ کے لیے ہمدردانہ جذبات رکھنے کے باوجود حقائق سے چشم پوشی یا بے جاتاویل و استدلال سے کام نہیں لیا۔

عبداللہ یوسف علیؒ ۲۷ اپریل ۱۸۷۲ء کو سورت (گجرات) کے داؤدی بوہرہ خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد برطانوی پولیس کے سابق افسر تھے۔ عبداللہ یوسف علیؒ نے انجمن اسلام بمبئی کے اسکول کے بعد عیسائی مشنری ادارے ولسن اسکول میں تعلیم پائی۔ پھر بمبئی یونیورسٹی سے امتیازی پوزیشن کے ساتھ گریجویشن کی اور سینٹ جانز کالج، کیمبرج کے لیے وظیفہ پایا۔ ۱۸۹۴ء میں انھوں نے انڈین سول سروس کا امتحان پاس کیا۔ برطانوی سرکار کی یہ ملازمت ان کے علمی ذوق کی آبیاری میں رکاوٹ نہ بنی۔ انھوں نے تعلیم، تاریخ، ثقافت اور علوم دینیہ پر لکھنے کے لیے قلم اٹھایا اور بڑی کامیابی سے اپنے دائرہ تحریر میں وسعت پیدا کی۔ اسی دوران برطانوی حکومت کے سفیر برائے ثقافتی امور کی حیثیت سے ترکی اور عرب دنیا کا دورہ کیا۔

عبداللہ یوسف علیؒ کی شخصیت پہلودار اور عجیب و غریب تھی۔۔۔ ایک طرف وہ تاج برطانیہ کے نہایت وفادار تھے اور دوسری طرف انہی کے اقتدار میں مسلمانوں کی بھلائی اور فلاح کا خواب دیکھنے والوں میں سے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ: ”ترقی پسند اسلام برطانوی استعمار کے قدم بہ قدم چل کر راستہ پاسکتا ہے“ (ص ۸۳)۔ انھوں نے ۱۹۲۴ء میں ڈاکٹر سیف الدین کچلو (پنجاب) کی ’جمعیت تنظیم‘ سے وابستگی اختیار کی جو تشدد پسند ہندو تحریک سنگھٹن کی جارحانہ سرگرمیوں کا توڑ کرنے کے لیے وجود میں آئی تھی (ص ۷۷)۔ ایک مرحلے پر ریاست حیدرآباد، کپ میں مذہبی قلموں کے خلاف پابندی لگانے کے لیے جھوڑ کر چل دیے۔ کتاب

کے پانچویں باب ’جنیو اسے لاہور تک‘ (ص ۸۹-۱۱۸) میں بڑی تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ عبداللہ یوسف علی کن عزائم کے ساتھ اسلامیہ کالج لاہور سے وابستہ ہوئے اور کن حالات اور اس باب کالج کے متضاد رویوں کے باعث لاہور سے واپس گئے۔

کتاب کے ۱۰ ابواب عبداللہ یوسف علی کے مزاج، رجحان طبع، افکار، مہم جوئیہ ذوق اور علمی پیش رفت کی رنگارنگ تصویریں پیش کرتے ہیں۔ فاضل مدوح کا زندہ رہنے والا کارنامہ، قرآن عظیم کی انگریزی تفسیر و ترجمہ ہے۔ مصنف کے خیال میں وہ اس بات پر پختہ یقین رکھتے تھے کہ سائنسی تحقیق و تفتیش اپنی سچائی تک پہنچنے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے، تاہم اس باب میں ان کا رویہ سرسید جیسے مجرد عقل پرست (crude rationalist) فرد جیسا نہیں تھا (ص ۱۷۹-۱۸۰)۔

اس تفسیر میں قرآنی متن کی تشریح کے لیے کئی مقامات پر تاویل و استدلال کا جو انداز اختیار کیا گیا ہے وہ مسلمہ اسلامی تعلیمات اور فکر سے ٹکراتا ہے (مثال کے طور پر: فرشتے، جنت، جہنم، ڈارون کے نظریہ ارتقا کی تائید وغیرہ)۔ عبداللہ یوسف علی کا اصل علمی ورثہ یہی تفسیر ہے، مگر زیر نظر کتاب میں اس پر سیر حاصل بحث نہیں کی گئی۔ اس وجہ سے ایک گونہ تشکیکی محسوس ہوتی ہے۔ ضمیمہ نمبر ۱ میں مصنف نے نشان دہی کی ہے کہ اس انگریزی تفسیر کے کس کس ایڈیشن میں اصلاحات کی گئی ہیں۔ اب صورت یہ ہے کہ یوسف علی کا جو ترجمہ و تفسیر مارکیٹ میں موجود ہے، وہ مصنف کی رحلت کے بعد سے اب تک مختلف اصحاب کی اصلاح و تصحیح، کانٹ چھانٹ اور ترمیم و اضافہ شدہ شکل ہے۔ مگر افسوس اور تعجب یہ ہے کہ ترمیم و اضافہ کرنے والے افراد کے ناموں کو واضح نہیں کیا گیا۔ اس صورت واقعہ پر معروف اسلامی اسکالر ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا یہ اعتراض بڑا وزنی ہے کہ: ”مصنف کی مرضی کے بغیر اس کے متن میں ترمیم و تغیر کا یہ عمل ایک خطرناک رجحان کو پروان چڑھائے گا۔ اس کے بجائے ہونا یہ چاہیے کہ مصنف کے متن کو جوں کا توں رہنے دیا جائے اور اتفاق و اختلاف کو فٹ نوٹ کے ذریعے واضح کیا جائے“ (ص ۲۷۷)۔ بہر حال ۱۹۳۳ء کے بعد سے اصلاحات اور ترمیم کے مسلسل عمل سے گزرنے والی یہ انگریزی تفسیر مقبولیت میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ انگریزی زبان و ادب پر عبداللہ یوسف علی کی گرفت اور اسلوب بیان کی نیرنگی نے اسے کلاسیک کا درجہ دے دیا ہے۔

اس معروف اسکالر کی عالمی زندگی تلخیوں سے عبارت تھی۔ چنانچہ لمبے عرصے تک تنہائی کا دکھ اٹھانے کے بعد وہ نہایت بے بسی و بے کسی اور کس پرسی کے عالم میں سینٹ اسٹیفن ہسپتال (برطانیہ) میں ۸۱ برس کی عمر میں ۱۰ دسمبر ۱۹۵۳ء کو انتقال کر گئے۔ ایم اے شریف کا پیرایہ بیان بہت دل چسپ ہے اور انھوں نے اس تذکرے کو مصدقہ معلومات کے ساتھ اس کتاب کی اشاعت کے ادارہ تحقیقات اسلامی کے